مشترکہ خاندانی نظام

یعنی

ایک سماجی لعنت



نعمان نیئر کلاچوی

مشترکہ خاندانی نظام

ایک سماجی لعنت

Joint Family System (A Social Curse)

نعمان نیئر کلاچوی

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام مقالہ	مشترکہ خاندانی نظام
مصنف	نعمان نیئر کلاچوی
ناشر	مرشد پبلی کیشنز، کلاچی،ڈیرہ اسماعیل خان
پی ڈی ایف ایڈیشن	مارچ،2026

مشترکہ خاندانی نظام کی اخلاقی قباحتیں

آج ہمارا پاکستانی معاشرہ اگر کسی ایک انتہائی بدترین سماجی اور اخلاقی جرم کی دلدل میں پھنس چکا ہے تو وہ ہمارا مشترکہ خاندانی نظام (Joint Family System) ہے جس نے نسلوں کی نسلیں ذہنی مریض بنادی ہیں۔ مشترکہ خاندانی نظام کا سادہ مطلب یہ ہے کہ اپنی بیوی اور بچوں کو اپنے والدین اور بھائی بہنوں کے ساتھ ایک ہی چھت تلے رکھنا۔ اصل میں یہ نظام ہمارے ہاں کی قدیم ہندو معاشرتی اقدار میں سے ایک ہے جسے یہاں کی مقامی زبان میں پریوار پرانالی کہا جاتا ہے۔

اخلاقی طور پر ایسا خاندان جس میں ہر بیٹے کے ساتھ اُس کی بیوی کو بھی ایک ہی گھر میں رکھا جائے خاندان کم اور پارلیمنٹ زیادہ بن جاتا ہے۔ ایسا خاندان بدترین سیاست و مفادات کے بغیر قائم ہی نہیں رہ سکتا کیونکہ ایسے خاندان میں ہر بیٹے کی بیوی اور بالخصوص پھر بیٹوں کی ماں کی تو پوری کوشش یہی ہو گی کہ کسی بھی طرح سے وہی پورے خاندان پر حکومت کرے۔ ایساماحول ہر بیٹے اور بہو کو اخلاقی طور پر آخری درجے میں گر جانے پر مجبور کر دیتا ہے۔ چنانچہ ہر لمحہ گھر میں اقتدار کی یہ بدترین کشاکش ہر ایک فریق کو کسی بھی طرح کی زیارتی اور جبر پر اُبھارتی رہتی ہے تاکہ وہ خاندانی اقتدار پر اپنی گرفت مضبوط رکھ سکے۔

بیٹے کی ماں یعنی ساس کی کوشش رہتی ہے کہ چونکہ اُس نے خود بھی کبھی بہو ہو کر اپنی ساس کا جبر سہا تھا اِس لئے اب اُسے بھی اپنی بہو پر جبر کرنے کا ویسا ہی حق حاصل ہے کہ جیسے اُس کی ساس کو حاصل تھا جبکہ اِس کے برعکس بہو کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ چونکہ مَیں اپنا گھر بار بھائی بہن ماں باپ سارا کچھ صرف ایک انسان کیلیئے چھوڑ کر آئی بیٹھی ہوں تو اب مَیں مزید کسی جبر کو برداشت نہیں کر سکتی اِس لئے مَیں اب صرف اپنی مرضی ہی کروں گی۔ پس ساس اور بہو کے بیچ یہ بدترین اخلاقی کھنچاؤ پہلی سطح پر شوہر کو ذہنی مریض بنا دیتا ہے جبکہ دوسری سطح پر یہ بیماری متعدی ہو کر بچوں تک کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔یوں معاشرے میں ایک ذہنی مریض جوڑا چند مزید ذہنی بیمار پیدا کر لیتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ خاندان ایک محفوظ مثالی اخلاقی اور نفسیاتی ادارے کا نام ہے جہاں نہ صرف ایک مرد اور عورت پُرسکون اور ایک دوسرے کے مددگار کی حیثیت سے زندگی بسر کر سکیں بلکہ اپنے بچوں کیلیئے بھی ایسا ماحول پیدا کر سکیں کہ جہاں اخلاقی اور جذباتی طور پر وہ بہترین انسان بن سکیں، لیکن مشترکہ خاندانی نظام میں اقتدار کی یہ مستقل کشاکش اور اخلاقی زوال نہ صرف میاں بیوی کے درمیان ایک غیر متحرک مخاصمت پیدا کر دیتی ہے بلکہ اولاد کیلیئے بھی یہ نظام مستقل اخلاقی اور نفسیاتی مصیبتیں پیدا کر دیتا ہے۔

☆☆☆☆☆

اسلام اور خاندانی نظام

اسلام خاندان کے ادارے کو ہر لحاظ سے محفوظ اور مضبوط رکھنے کیلئے زِنا جیسی جنسی آزادی کو اخلاقی اور سماجی جرم قرار دے کر باقاعدہ اِس کی سنگین سزا مقرر کرتا ہے۔ زِنا اگر خاندان کا خاموش قاتل ہے تو مشترکہ خاندانی نظام دراصل خاندان کا ایک معزز قاتل ہے۔ اسلام کسی بھی مؤمن کو نکاح کیلئے اِس اَمر کا پابند کرتا ہے کہ وہ سب سے پہلے اتنا مال پیدا کرلے کہ وہ اپنی عورت کو ایک الگ گھر میں بغیر کسی پریشانی کے مستقل طور پر رکھ سکے، اُس کیلئے نان نفقہ اور علاج معالجہ کا مستقل بندوبست کرسکے ورنہ اُسے نکاح کی بجائے صبر اور اکتسابِ معیشت کی جدوجہد کرنی چاہئے تاکہ وہ نکاح کے قابل ہوسکے۔

وَاُحِلَّ لَكُمۡ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمۡ اَنۡ تَبۡتَغُوۡا بِاَمۡوَالِكُمۡ مُّحۡصِنِيۡنَ غَيۡرَ مُسٰفِحِيۡنَ۔

اِن کے علاوہ جتنی عورتیں ہیں اُنہیں اموال کے ذریعے سے تمہارے لئے حلال کر دیا گیا بشرطیکہ اُنہیں باقاعدہ نکاح میں لا کر گھر بسانے کی نیت ہو نہ کہ محض جنسی تسکین کی غرض۔ (سورہ النساء۔ آیت 24)

وَ اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِہِنَّ نِحۡلَۃً۔

اور اپنی عورتوں کو صدقات یعنی حق مہر سمیت ضروری اخراجات دو خوشی کے ساتھ۔(سورہ النساء۔ آیت 4)

روایتی مفسرین کے نزدیک یہاں مال سے مراد صرف وہ خاص رقم ہے جو کسی عورت کو نکاح کے عوض دی جاتی ہے حالانکہ سورہ النساء کی آیت 24 میں واضح طور پر یہ شرط لگا دی گئی کہ عورت کو مال اِس غرض سے نہیں دیا جائے گا کہ اُس سے صرف جنسی تسکین حاصل کرنا مقصود ہو بلکہ اُس کے ساتھ گھر بسانے کی صورت میں ہی یہ مال اُس کے سپرد کیا جائے گا۔ پھر دوسرے مقام یعنی اِسی سورہ کی آیت 4 میں حکم دے دیا گیا کہ عورتوں کو صدقات دو یعنی اُنہیں اُن کے حقِ مہر اور اخراجات دو اور یہ تبھی ممکن ہے جب نکاح کا ارادہ کرنے والا صاحبِ استطاعت ہو اور اِس استطاعت میں کم از کم اپنا ذاتی گھر اِس قدر ہونا ضروری ہے کہ جس میں دو لوگ آرام سے وقت گزار سکیں۔ اگر کسی مرد کو اتنی بھی استطاعت حاصل نہیں تو اُسے نکاح سے پہلے اپنی معیشت کی خبر لینی چاہیئے۔

نکاح کیلیئے الگ گھر کے حق میں ایک دوٹوک صحیح حدیث بھی موجود ہے جو یہاں استدلال کرنے کیلیئے سب سے مضبوط حوالہ کے طور پر پیش کی جاسکتی ہے۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِيَّاكُمْ وَالدُّخُولَ عَلَى النِّسَاءِ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ الْأَنْصَارِ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَرَأَيْتَ الْحَمْوَ قَالَ الْحَمْوُ الْمَوْتُ۔

ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، اُن سے یزید بن ابی حبیب نے، اُن سے ابو الخیر نے اور اُن سے عقبہ بن عامر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں کے پاس جانے سے بچتے رہو۔ اِس پر قبیلہ انصار کے ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ! دیور کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دیور تو موت ہے (کسی مرد کا اپنی بھابی کے گھر بھائی کی غیر موجودگی میں جانا ہلاکت ہے)۔

(رواہ امام بخاری۔ ترقیم شاملہ۔ 5232)

یعنی ایک بھائی اپنے سگے بھائی کے گھر میں بھی اُس کی غیر موجودگی میں نہیں جاسکتا چہ جائیکہ بھائی کی بیوی کے ساتھ ایک چھت تلے مستقل رہائش رکھی جائے۔

علاوہ ازیں والدین کو کسی بھی طرح کا شرعی یا اخلاقی حق حاصل نہیں کہ وہ بہرصورت اپنی اولاد کو شادی کے بعد اپنے ساتھ ایک ہی گھر میں رہنے پر مجبور

کریں اور نہ ہی بیوی پر کسی قسم کی کوئی شرعی یا قانونی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے شوہر کے والدین کی خدمت گزاری کرے۔ یہ کام اولاد کا ہے کہ وہ بہر صورت اپنے والدین کے ساتھ احسان کا سلوک روا رکھے۔

ہمارے ہاں جو کچھ ہوتا آ رہا ہے اور ہو رہا ہے، نہ تو یہ کوئی شرعی ذمہ داری ہے اور نہ اخلاقی بلکہ یہ سب ہمارے ہاں کی پراچین ہندو ساماجک پَرم پَرہ یعنی قدیم ہندو سماجی روایت ہے جس کا نہ تو اخلاق سے کوئی تعلق ہے اور نہ ہی اسلام سے بلکہ اب تو یہ نظام ایک بدترین سماجی لعنت بن چکا ہے جس سے جس قدر جلدی ہو سکے چھٹکارا حاصل کر لیا جائے۔

البتہ والدین میں سے اگر ماں یا باپ بے سہارا ہو جائے تو اولاد کیلئے اُس کی مستقل خبر گیری باقاعدہ شرعی اور اخلاقی ذمہ داری ہے لیکن عام حالات میں اولاد پر والدین کے ساتھ حُسنِ سلوک کا حکم ہی قابلِ عمل رہے گا۔

ایک اُصولی نکتہ ہمیشہ ذہن نشین رہے کہ ایسی فضاء کہ جہاں اخلاقیات بُری طرح پامال ہونے کے خدشات موجود ہوں اور ایک مؤمن اخلاقی اور نفسیاتی مسائل کا شکار ہو جائے تو ایسی فضاء کو ترک کر کے اِسے اخلاقی جرم قرار دینا بہت ضروری ہو جاتا ہے۔ جیسے ایک مقام پر بیٹھنا جہاں جوّا کھیلا جا رہا ہو مطلقاً حرام نہیں ہے لیکن

ایسی فضاء میں بیٹھنا چونکہ اِس خطرے سے خالی نہیں کہ کسی نہ کسی وقت بیٹھنے والے کی طبیعت بھی اِس فعلِ بد پر آمادہ ہو سکتی ہے ایسے مقام پر بیٹھنے کو اخلاقی جرم قرار دیا جا سکتا ہے۔ فقہاء کی اصطلاح میں اِس خاص ممانعت کو سدِّ ذریعہ کہتے ہیں۔ پس آج اِسی سدِّ ذریعہ کی بنیاد پر مشترکہ خاندانی نظام کو ایک بدترین سماجی و اخلاقی جرم قرار دیا جا سکتا ہے اور اِس پر باقاعدہ قانون سازی بھی کی جا سکتی ہے تاکہ معاشرہ مزید نفسیاتی مریض پیدا کرنے سے محفوظ ہو جائے۔

☆☆☆☆☆

مشترکہ خاندانی نظام جرم کیوں؟

کوئی بھی انسانی رویہ صرف اُس صورت میں جرم بنتا ہے جب وہ کسی دوسرے کیلئے اذیت کا سبب بن جائے مثلاً پاکستان میں روڈ کے دایاں جانب گاڑی چلانا اپنی ذات میں کوئی جرم نہیں ہے لیکن چونکہ ایسا کرنے سے اندیشہ ہے کہ سامنے سے آنے والی گاڑی جو دایاں جانب سے آرہی ہے سے ٹکرا کر جانی نقصان ہو جائے گا اِس لئے اب یہ جرم بن چکا کہ دایاں جانب گاڑی نہیں چلائے جائے گی۔

اِسی طرح ضروری نہیں کہ جو چیز حرام نہیں ہے تو وہ بہر صورت قابلِ عمل بھی ہو۔ مشترکہ خاندانی نظام حرام نہیں ہے لیکن چونکہ یہ اِس وقت ہمارے معاشرے میں پوری طرح سماجی اور اخلاقی جرائم کا مستقل سبب بن چکا ہے اِس لئے اِس پر باقاعدہ پابندی لگانا اور اِس کے خلاف اخلاقی اور شرعی دلائل دینا ضروری ہو چکا ہے نہیں تو اب یہ نظام انسانیت کو ذہنی طور پر مفلوج کر کے ہی چھوڑے گا۔ ساس اور بہو کی کشاکش، بہن اور بیوی کی کشاکش، دیور اور بھابی کے درمیان زہریلا کھنچاؤ، بھائی اور بھائی کے درمیان بدتمیزی اور تلخ کلامی، بیٹے اور باپ کے درمیان تلخ کلامی اور خاموش اخلاقی تناؤ، یہ وہ تمام اخلاقی برائیاں ہیں جو صرف مشترکہ خاندانی نظام ہی سے جنم لیتی ہیں۔ ابتداء میں تو یہ عام اخلاقی برائیاں ہوتی ہیں لیکن زیادہ دیر تک

یہ محض اخلاقی برائیاں نہیں رہتیں بلکہ بدترین اخلاقی جرائم کی صورت اختیار کر لیتی ہیں اور بعض اوقات تو نوبت قتل و غارت تک پہنچ جاتی ہے۔ اگر ہم اِس وقت خاندان کے ادارے کو بچانا چاہتے ہیں اور معاشرے کو اعلیٰ ترین اخلاقی انسان دینا چاہتے ہیں تو ہمیں جلد از جلد مشترکہ خاندانی نظام سے چھٹکارا حاصل کرنا ہو گا ورنہ اب وہ دن زیادہ دُور نہیں جب یورپ کی طرح ہمارے ہاں بھی خاندانی نظام ٹوٹ کر فرد بدترین ذہنی واخلاقی مسائل میں گھِر جائے گا۔

☆☆☆☆☆



سید المجاذیب خواجہ نعمان نیرؔ کلاچوی صوبہ خیبر پختونخواہ کی ایک دور اُفتادہ تحصیل کلاچی کے باسی ہیں۔ آپ ایک جامع العلوم شخصیت ہیں۔ آپ بیک وقت مذاہبِ عالم، علم الکلام و فلسفہ، شعر و اَدب، صحافت و بلاغت، معاشرت و سیاست، نفسیات و روحانیات اور رقص و موسیقی پر گہری گرفت رکھتے ہیں۔ آپ ایک طویل عرصے سے مسلسل گوشہ نشینی اختیار کئے ہوئے ہیں اور دریں اثناء علمی و تحقیقی کاموں میں مصروف رہتے ہیں۔ ماڈرن فلاسفی اور علمِ نفسیات پر آپ کا علمی کام اُردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں انٹرنیٹ پر ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ آپ چھ کتابوں "عشق کی سائنس"، "تصوف کی ڈکشنری"، "صراطِ دانش"، "سوزِ نہاں"، "قبیلہ نور احمد خیل" اور " Trek to Intellect " کے مصنف ہیں۔ علاوہ ازیں دیگر کئی مقالات و علمی شذرات کے بھی موئلف و مصنف ہیں۔ زیرِ نظر مقالہ بھی آپ ہی کی علمی و تحقیقی جہد کا ماحصل ہے۔